مسعودؓ، عبداللہ بن عمروؓ، سلمان فارسیؓ، ابن عمرؓ، انس بن مالکؓ، شامل ہیں" (بحوالہ نیل الاوطار : ۳/۶۴)

محدث البانی حفظہ اللہ تعالی فرماتے ہیں "تو جان لے کہ وہ تمام احادیث جو مغرب اور عشاء کے درمیان معین رکعات کی ترغیب کے بارے میں آتی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر ضعیف ہیں۔ اس وقت تعداد رکعات کی تعیین کے بغیر نبی کریم ﷺ کے فعل کے مطابق نماز پڑھنا صحیح ہے اور نبی کریم ﷺ سے قولی احادیث جو اس نماز کی فضلیت کے بارے میں آتی ہیں۔ وہ ساری کی ساری ضعیف ہیں۔ ان پر عمل جائز نہیں ہے۔ (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة :۱/۴۸۱)

الحاصل : اس مسئلہ میں شیخ البانی کی تحقیق بالکل صحیح ہے کہ مطلق طور پر مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل پڑھنا جائز ہیں۔ پڑھنے والا سنت کا پیروکار اور اجروثواب کا مستحق ہے۔ لیکن چھ یا بیس وغیرہ رکعتوں کی فضیلت کے بارے میں جو احادیث وارد ہوتی ہیں وہ سخت ترین ضعیف ہیں۔ هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

سوال ۴ : حدیث " أنامدينة العلم، و علي بابها" سند اور متن کے اعتبار سے کیسی ہے؟

السائل : عثمان اویس بٹ محلہ عباس پورہ جہلم

جواب : حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع روایت آتی ہے "أنا مدينة العلم ،وعلي بابها، فمن أراد المدينة ، فليأت الباب" (مستدرک حاکم :۳/۱۲۶-۱۲۷) (ترمذی :۱۰/۲۲۵،۲۲۶) (معجم کبیر للطبرانی :۱۱/۶۵،۶۶) (تاریخ بغداد :۱۱/۴۸،۴۹) (الکامل لابن عدی :۵/۱۷۲۲) (تہذیب الآثار للطبری :۱۰۵)۔

اس حدیث کو محدثین کرامؒ کی کثیر تعداد نے منکر، ضعیف اور موضوع (من گھڑت) قرار دیا ہے۔ وہ یحیی بن سعید، امام احمد، ابن معین، بخاری، ابو حاتم، ابو زرعہ، ترمذی، مطین، عقیلی، ابن حبان، دار قطنی، ابن عقدۃ، ابن عدی، ابن جوزی، بغوی، قزوینی، ابن طاہر مقدسی، نووی، ابن دقیق العید، ابن تیمیہ، ذہبی، عجلونی، معلمی اور البانی ہیں۔ بعض محدثین نے اس کو حسن یا صحیح کہا ہے۔ جن میں ابن جریر طبری، حاکم، زرکشی، علائی، ابن حجر عسقلانی، ابن حجر مکی، سخاوی، سیوطی اور شیخ محمود المیرہ شامل ہیں۔

میری ناقص رائے میں جمہور محدثین کا حکم صحیح ہے۔

شیعہ اسکا یہ معنی لیتے ہیں کہ آپ ﷺ علم کا شہر ہیں، صرف علیؓ اسکا دروازہ ہیں۔ تو یہ معنی غلط ہے۔ اگر یہ معنی لیا جائے کہ آپ ﷺ علم کا شہر ہیں۔ جناب علیؓ اسکے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں تو یہ معنی صحیح ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں : "حدیث : انا مدينة العلم " یہ ضعیف ترین حدیث ہے، اس لئے اس کا شمار من گھڑت اور جھوٹی حدیثوں میں ہوتا ہے۔ اگر چہ امام ترمذیؒ نے اس کو روایت کیا ہے۔ (یہ ضعیف ترین ہے) اس لئے تو امام ابن جوزی نے اسکو "الموضوعات" میں ذکر کیا ہے، اور بیان کیا ہے کہ یہ اپنے باقی طرق کے ساتھ بھی

موضوع (من گھڑت) ہے۔
اس کے نفسِ متن سے ہی اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کی سند دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ جب نبی کریم ﷺ علم کا شہر ہیں اور اس کا ایک ہی دروازہ ہو، یہ جائز نہیں ہے کہ اس علم کے شہر کا ایک ہی مبلغ ہو۔ بلکہ واجب تو یہ تھا کہ اہل تواتر اس کے مبلغ ہوتے جن کے خبر دینے سے غائب کو علم حاصل ہوتا۔ ایک انسان کی روایت تو قرائن کے ساتھ ہی مفید علم ہوتی ہے، یہ قرائن یا تو معدوم ہونگے یا لوگوں کی کثیر تعداد سے مخفی ہونگے۔ اکثریت کو تو علمِ قرآن اور علم سنتِ متواترہ کا علم حاصل نہیں ہوگا بخلاف نقل متواتر کے جس کے ساتھ ہر خاص و عام کو علم حاصل ہوتا ہے۔
علاوہ ازیں اس معنی میں یہ حدیث تو کسی زندیق یا جاہل کا حضرت علیؓ کے ذمہ جھوٹ ہے، جسے وہ آپؓ کی مدح خیال کرتا ہے، دراصل زندیق لوگوں کا علم دین پر قدح کا یہ طریقہ واردات ہے، کہ جب اس علم کا مبلغ صحابہؓ میں سے صرف ایک ہوگا۔
پھر جو چیز تواتر کے ساتھ معلوم ہے یہ اس کے بھی خلاف ہے تمام مسلمانوں کے شہروں میں ان کو علم نبی کریم ﷺ سے حضرت علیؓ کے واسطہ کے بغیر پہنچا ہے۔ اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ کا معاملہ تو ظاہر ہے۔ اسی طرح اہلِ شام اور اہلِ بصرہ یہ لوگ بھی حضرت علیؓ سے بہت کم روایت کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ کے علم کا غلبہ کوفہ میں تھا، جبکہ حالت یہ ہے کہ خلافتِ علیؓ تو کیا خلافتِ عثمانؓ سے بھی پہلے وہ قرآن و حدیث کا علم سیکھتے تھے۔
اہلِ مدینہ کے بڑے فقیہ اور کبار علماء نے دین خلافتِ عمرؓ میں سیکھا۔ اس سے پہلے تو حضرت علیؓ سے کسی نے کچھ بھی نہیں سیکھا تھا، ہاں جب آپؓ یمن میں تھے تو اس وقت جو وہاں تھا، اس نے سیکھا جس طرح انہوں نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے علم سیکھا۔ اہلِ یمن میں حضرت معاذ بن جبلؓ کا مقام اور تعلیم حضرت علیؓ کے مقام اور تعلیم سے زیادہ ہے، اسی لئے تو اہلِ یمن نے حضرت علیؓ کی نسبت حضرت معاذؓ سے زیادہ علم روایت کیا ہے۔ شریحؒ اور ان کے علاوہ دیگر اکابر تابعینؒ نے بھی حضرت معاذؓ سے دین سیکھا۔
حضرت علیؓ کے کوفہ جانے سے پہلے شریحؒ وہاں موجود تھے، شریحؒ اور عبیدہ سلمانیؒ یہ دونوں خلافتِ علیؓ میں قاضی تھے۔ ان دونوں نے علم دوسرے لوگوں سے سیکھا تھا۔
حضرت علیؓ کے کوفہ جانے سے پہلے اسلام کے شہروں حجاز، شام، یمن، عراق، خراسان، مصر اور مغرب میں اسلام کا علم پھیل چکا تھا۔ کوفہ میں جس علم کی تبلیغ حضرت علیؓ نے کی، اسی علم کی تبلیغ آپؓ سے پہلے دوسرے صحابہؓ نے بھی کی، ایک علم کی تبلیغ میں حضرت علیؓ کو خصوصیت حاصل نہیں ہے۔ بلکہ آپؓ کے علاوہ اس شخص کو بھی خصوصیت حاصل ہے جو علم میں آپؓ سے زیادہ تھا۔

عام تبلیغ جو ولایت کے ساتھ حاصل ہوتی ہے تو وہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے زیادہ حاصل ہوئی ہے اس تبلیغ سے جو حضرت علیؓ سے حاصل ہوئی ہے۔ اور جو خاص تبلیغ ہے تو حضرت ابن عباسؓ کے فتوے حضرت علیؓ سے زیادہ ہیں اور حضرت ابو ہریرۃؓ کی روایات حضرت علیؓ سے زیادہ ہیں حضرت علیؓ ان دونوں سے علم میں زیادہ تھے جیسا کہ ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ ان سے علم میں زیادہ تھے۔

خلفائے راشدینؓ نے عام علم کی تبلیغ کا اہتمام کیا جس علم کی لوگوں کو زیادہ ضرورت تھی، اس علم کی نسبت جس علم کو اس شخص نے پہنچایا ہے جس کا تعلق علم خاص کے ساتھ تھا۔

اور جو بعض جھوٹے اور جاہل لوگ ایک منفرد علم کے ساتھ صحابہ کرامؓ سے حضرت علیؓ کی خصوصیت کے بارے میں بیان کرتے ہیں، وہ سب جھوٹ ہے۔ اور صحیح حدیث (بخاری) سے ثابت ہے کہ آپؓ سے کہا گیا" هل عندكم من رسول الله ﷺ شيء فقال لا والذي فلق الحبة و برأ النسمة الا فهماً يئوتيه الله عبدا في كتابه ومافي هذه الصحيفة وكان فيها عقول الديات اى: اسنان الابل التي تجب فيه دية، وفيها فكاك الأسير، وفيها لايقتل مسلم بكافر" "کیا آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کوئی شے ہے تو فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا، اس فہم کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی کتاب سے عطا کرتے ہیں اور جو کچھ اس "صحیفہ" میں ہے اس میں دیت میں دیئے جانے والے اونٹوں کی عمر کا ذکر، اور قیدیوں کی آزادی کا ذکر ہے اس میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے" اور یہ الفاظ بھی آتے ہیں" هل عهد اليكم رسول الله ﷺ شيئا لم يعهده الى الناس فنفى ذلك ""کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کسی چیز کے بارے میں عہد کیا ہے جس کا آپ ﷺ نے دوسرے لوگوں سے عہد نہ کیا ہو؟ تو حضرت علیؓ نے اس کی نفی کر دی ہے" ان کے علاوہ اور بھی آپؓ سے احادیث آتی ہیں، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ہر وہ شخص جو اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو علم کے ساتھ خاص کیا تھا، اس نے نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے۔

بعض جہلاء یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے نبی کریم ﷺ کے غسل کا پانی پیا تھا، تو اس نے آپ کو اولین وآخرین کے علم کا وارث بنا دیا تھا۔ تو یہ قبیح ترین جھوٹ ہے میت کے غسل سے بچا ہوا پانی پینا مشروع نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے اس سے کچھ بھی نہیں پیا تھا۔ اگر اس کے پینے سے علم حاصل ہوتا تو جو بھی غسل دینے میں شریک تھا وہ ضرور پیتا اہل علم میں سے کسی ایک نے بھی یہ بات بیان نہیں کی ہے اور اسی طرح حضرت علیؓ کے بارے میں یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ آپؓ کے پاس باطنی علم تھا، جس کی بنیاد پر آپؓ ابو بکرؓ اور عمرؓ اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہؓ سے ممتاز تھے۔ یہ ملحد باطنیوں کا مقولہ ہے، اور ان کی طرح وہ لوگ جو ان سے بھی زیادہ کفر میں بڑھے ہوئے ہیں بلکہ ان میں ایسا کفر ہے جو یہود و نصاریٰ میں بھی نہیں تھا، جیسا کہ وہ لوگ جو حضرت علیؓ کی